

## عورت کی سربراہی سے متعلق حدیث کی استادی تحقیق

جناب مولانا گوہر حسین صاحب

فروری ۱۹۸۹ء میں "عورت کی سربراہی قرآن و سنت کی روشنی میں" کے نام سے میرا ایک پمپلٹ جمعیت اتحاد العلماء نے شائع کیا تھا جس کا خلاصہ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور کے اپریل، مئی اور جون ۱۹۸۹ء کے شماروں میں بھی قسط وار شائع ہوا تھا۔ اس کتاب پر میں ۳ آیاتِ قرآنی، ۵ احادیث تبویر اور اجماع امت سے پیشافت کیا گیا ہے کہ عورت کی حکمرانی منوع ہے، اور پاکستان کے آئین کی دفعات ۱-۲-۳-۴ الف - ۲۱، ۲۲ اور ۲۲-۳-۴ (۲۲-۳-۴) کا تھا مذاہجی بھی ہے کہ عورت کو ریاست کا سربراہ اور حکمران مقرر نہ کیا جائے۔ مضمون میں اشیاء کا جواب بھی تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔ احادیث میں ہے ایک حدیث یہ پیش کی گئی ہے:

لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَوْا مُرْهُمْ لِمُرْأَةً (ربغاری شفیف)

"وَهُوَ قَوْمٌ كَمَا يَابَ نَزْهَوْ كِجَنْ نَزْهَوْتَ كَمَا نَزَّاهَكَرَانَ نَبَالِيَا ہُوَ"

چونکہ سچاریا ..... کی احادیث بالاتفاق صحیح ہیں اس لیے میں نے اس حدیث کی سند پر بحث نہیں کی تھی لیکن بعد میں بعض صحافیوں نے یہ شوشه چھوڑ دیا کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی شیعہ اور قدری ہے۔ اس لیے یہ قابل اتدلال نہیں ہے۔ میرے دوستوں اور شاگردوں نے توجہ دلاتی کہ بے نظیر کے حامی اس بات کو بڑے پیمانے پر پھیلایا رہے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اور

ناقابلِ استدلال ہے۔ میرے مضمون میں صرف اسی حدیث کو دلیل نہیں بنایا گیا بلکہ آیات قرآنیہ اور اجماع امت کو اصل دلیل بنایا گیا ہے اور تین دو بری احادیث بھی نقل کی گئی ہیں۔ اگر مفرد تھے کے طور پر اس دعوے کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس حدیث کی ایک سند ضعیف ہے پھر بھی اصل مسئلے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ دوسرے واضح اور کھلکھلے دلائل بھی موجود ہیں اور خود اس حدیث کے دوسرے ایسے اسنید بھی موجود ہیں جن میں وہ رامی ہیں آیا ہے شیخہ اور قدری کہا گیا ہے۔ (عوف بن ابی جمیلؓ) لیکن میرے دوستوں نے بھی مشورہ دیا اور میں نے خود بھی ضروری سمجھا کہ اتمامِ محنت اور مخالف طالگیزی کے انسداد کے لیے مذکورہ بالا حدیث کی سند پر بھی اگر علمی بحث ہو جائے تو زیادہ مفید ہے کہا۔ پھر میری اس تحریر کا باعث ہے اور اسے میرے پیغام "عورت کی سربراہی قرآن و سنت کی روشنی میں" کا تتمہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ و اللہ یہدی السبيل۔

### صحیح بخاری قرآن کے بعد صحیح ترین کتاب ہے

امام ابن الصلاح متوفی ۴۳۳ھ لکھتے ہیں:

وكتابا بهما صاحب المکتب بعد كتاب امته المعنیز.....

ثم كتاب البخاري صاحب المکتابين صحيحًا له

"بخاری اور مسلم کی کتابیں اپنے کتاب کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں

پھر ان دونکتابوں میں صحیح ترین امام بخاری کی کتاب ہے۔

ابن الصلاحؓ اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اتفاق الامة على تدقیق ما الفقاعیه بالقبول وهذا

۴ القسم جمیعہ مقطوع بصحبته والعلم النظروی اليقینی واقع  
بہہ والامم معصومة فی اجماعہا و من فوائدہا المقول  
بان ما انفر دبہ البخاری او مسلم مندرج فی قبیل ما یقطع  
بصفتہ لتناقی کل واحد من کتابیہما بالقبوٹ یہ

”اس یے کہ اُمت ہر اس حدیث کو قبول کرنے پر متყن ہو گئی ہے جس  
پر بخاری اور مسلم دونوں نے اتفاق کر لیا ہو۔ حدیث کی یہ قسم متყن علیہ  
قاطع طور پر صحیح بھی جاتی ہے اور اس سے یقینی اور لفظی علم حاصل ہوتا  
ہے، اس یے کہ اُمت اپنے اجماع میں معصوم ہے (اس کا اجماع  
غلط نہیں ہو سکتا) اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس حدیث  
کوہ تنہا بخاری نے یا تنہا مسلم نے نقل کیا ہو (دونوں نے نقل نہ کیا ہو)  
وہ بھی قاطع طور پر صحیح حدیثوں کی قسم میں شامل ہوتی ہے اس یے کہ  
اُمت نے ان دونوں کتابوں کو قبول کرنے پر اتفاق کیا ہے؟“

ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ صدر فرماتے ہیں :

”امام بخاریؓ کا کسی راوی سے حدیث نقل کرنا اس بات کی دلیل  
ہے کہ بخاریؓ کے نزدیک یہ راوی عادل ہے اور مضبوط حافظ کامال  
ہے..... ابوالحسن مقدسیؓ نے کہا ہے کہ جس راوی سے بخاریؓ نے صحیح  
بخاری میں حدیث نقل کی ہو وہ امتحان کے پل سے گزر چکا ہے اور جو  
شخص اس راوی پر بحرج کرتا ہے وہ قابل اتفاقات نہیں ہے۔ امام البو筵  
قشیری نے کہا ہے کہ بخاری بھی یہی رائے ہے“ یہ

لہ علوم الحدیث ص ۲۳ - ۲۵ -

لہ هدیٰ الساریٰ مقدمہ فتح الباری۔ طبع مکتبۃ سلفیۃ قاهرہ ۱۴۰۸ھ

ص ۳۰۳ -

علماء جلال الدین سیوطی<sup>ؒ</sup> متوفی ۱۱۴۰ھ لکھتے ہیں:

شافعیہ میں امام ابو حامد اسفار ایمنی<sup>ؒ</sup>، قاضی ابو الطیب<sup>ؒ</sup> اور شیخ ابو الحسن شیرازی<sup>ؒ</sup> - حنفیہ میں سے شمس الائمه مخرسی<sup>ؒ</sup> - مالکیہ میں سے قاضی عبد الوہاب<sup>ؒ</sup> - حنابلہ میں سے قاضی ابو الحیلی<sup>ؒ</sup> اور ابو الحنفیہ<sup>ؒ</sup> - اشاعرہ میں سے ابن فوڑک<sup>ؒ</sup> - اکثر متكلمین<sup>ؒ</sup> اور سب اہل حدیث و سلف سے بھی یہی منقول ہے .... کہ بخاری و مسلم کی احادیث (متصلہ)، قطعی طور پر صحیح ہیں۔

شاہ ولی اللہ<sup>ؒ</sup> متوفی ۱۱۷۶ھ اور شاہ عبدالعزیز<sup>ؒ</sup> متوفی ۱۲۳۹ھ دونوں نے لکھا ہے کہ کتب حدیث کے چار طبقے ہیں جن میں سے سب سے بلند ترین طبقہ تین کتابیں ہیں۔ موٹطا امام مالک<sup>ؒ</sup>، صحیح بخاری اور صحیح مسلم ان کتابوں کی احادیث صحیح ترین احادیث شمار ہوتی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز قرأتے ہیں:

احادیث ایں ہر سہ اصح احادیث انہے پس ایں ہر سہ کتاب را در طبقہ اولی با یاد را شست۔

مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں:

محمد بن نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ بخاری مسلم کی تمام وہ حدیثیں جو سند متصل مرغوع کے ساتھ نقل ہوئی ہیں۔ وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور ان کتابوں کی نسبت ان کے مصنفین کی جانب متواتر ہے اور جو شخص ان کے اس درجے کو ہلکا کرتا ہے۔ وہ بیعتی ہے۔

البتہ ابن الہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ اور اس کے شاگرد ابن امیر الحاج<sup>ؒ</sup> متوفی ۸۷۱ھ.....

لہ تدریب الراؤی از سیوطی طبع کر اچی ۲۱۹، ص ۱۳۲-۱۳۳۔

لہ عجمالہ نافعہ از شاہ عبدالعزیز<sup>ؒ</sup> اور رجہ اہل البالغ از شاہ ولی اللہ<sup>ؒ</sup>۔

لہ مقررہ تحفۃ الاحوزی ص ۸۵ نقلًا عن حجۃ اہل البالغ۔

کی رائے یہ ہے کہ ”بخاری مسلم کی احادیث اگر صحیح ہیں مگر تعارض کے وقت ان کی احادیث پر دوسری کتابوں کی احادیث کو دلائل کی بناء پر ترجیح دی جا سکتی ہے“ لیکن زیریخت حدیث کے مقابلے میں دوسری حدیث کسی کتاب میں بھی موجود نہیں ہے۔ اس لیے ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ حدیث ابن الہمام اور ابن امیر الحاج کے اصول کے مطابق بھی صحیح ترین حدیث ہے۔

### امام دارقطنی کی صحیحین کی احادیث پر تنقید کی حقیقت

اگرچہ امام دارقطنی متوفی ۸۰۵ھ نے بخاری اور مسلم کی ۲۰۰ روایات پر تنقید کی ہے متفق علیہ اسم بخاری کی ۶۹ اور مسلم کی ۱۰۰۔ کل ۲۰۰ =

لیکن ان روایات پر یہ تنقیدیں فتنی قسم کی ہیں۔ ناقرین کا مقصد یہ ہے کہ بقول ان کے یہ روایات ان شرائط کے مطابق نہیں ہیں جو بخاری و مسلم نے ہاید کی ہیں۔ تاہم ابن حجر نے ان فتنی اعتراضات کے بھی ثابت اور قوی جوابات دے دیئے ہیں جو عورت کی حکمرانی کی ممانعت سے متعلق نہیں تھیں اس حدیث پر دارقطنی نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ اس کا ایک راوی عوف بن ابی جمیلہ ثقہ نہیں ہے یا شیعہ ہے۔ سند کے کسی دوسرے راوی پر بھی انہوں نے کوئی جرح نہیں کی۔ ان کا اعتراض صرف یہ ہے:

احذر من المحسن عن ابی بکر .....  
منها لا يفلح قوم ولوا مرهم امرأة والحسن لا يروى

إلا عن الحنف عن ابی بکر .....  
”بخاری“ نے حسن بصری کی احادیث نقل کی ہیں جنہیں وہ ابویکر سے

لے فتح القیری اذ ابن الہمام جلد ۱ ص ۳۱۸ - ۳۱۹ و جلد ۳ ص ۱۸۷ - اور المقریہ والتجیر لابن امیر الحاج جلد ۳ ص ۳۰ -

لے ہدایت الساری ص ۳۶۳ تا ۳۶۴ فصل ثامن -

تمہ الشیعہ از دارقطنی طبع بیروت ۱۹۸۵ ص ۲۲۲ -

نقل کرتے ہیں جن میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے کہ "وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوگی جس نے عورت کو اپنا حکمران بنالیا ہو۔" حالانکہ حسنؐ کی روایت تو احنف سے ہے اور احنف ابو بکرؓ سے نقل کرتے ہیں گے۔  
یعنی حسن بصریؑ نے ابو بکرؓ سے احادیث خود براہ راست نہیں سنی ہیں بلکہ احنف سے سنی ہیں اور احنف نے ابو بکرؓ سے سنی ہیں۔ اس لیے یہ حدیث منقطع ہے، اور درمیان میں ایک راوی پھیلوٹ گیا ہے۔

لیکن یہ اعتراض اس لیے ہے کہ درست نہیں کہ حسن بصریؑ کا ابو بکرؓ سے براہ راست سماع لقدر سمعتؓ کے صریح لفظ کے ساتھ ثابت ہے۔ بخاری شریف میں رسول ﷺ کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے کہ "میرا یہ بیٹا حسن بن علیؓ مسلمانوں کا سردار ہے الخ اس حدیث کو حسن بصریؑ نے ابو بکرؓ سے خود سننا نہ ہوا۔ بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں:

فقال المحسن ولقد سمعت ابا بکرة ..... قال على ابن عبد الله نما ثبت لنا سماع المحسن من ابي بکرة بهذه الحديث

"حسن بصریؑ نے کہا ہے کہ میں نے ابو بکرؓ سے خود سننا ہے..... امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن عبد اللہ المدینیؓ نے کہا ہے کہ کہ حسن بصریؑ کا ابو بکرؓ سے سماع ہیں اسی حدیث سے معلوم ہوا ہے"

بخاری کتاب الصلح اور کتاب الفتن میں تو لفظ سمعتؓ کا لفظ آیا ہے، لیکن بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبیؓ، مذکوب الحسن و الحسینؓ میں عن الحسن انه سمع ابا بکرؓ کا لفظ آیا ہے۔ یعنی حسن نے یہ حدیث ابو بکرؓ سے خود سنی ہے۔ قاعده

لے صحیح بخاری، کتاب الصلح باب قول النبیؓ ابنہ نہ اسید اور کتاب الفتن باب قول النبیؓ

النبیؓ نہ اسید،

یہ ہے کہ جب کسی راوی کا دوسرے راوی سے براہ راست سماں اور ملاقات ایک حدث میں صحی ثابت ہو جائے تو اس کی ساری روایات اُس سے براہ راست سنی ہوئی صحی جائیں گی۔ اگرچہ وہ حرف عنی کے سامنہ نقل ہوئی ہوں بشرطیکہ راوی ثقہ اور سچا ہو اور حسن بصری کا ثقہ ہونااتفاقی ہے۔ یہ قاعدہ صحی امام بخاری کا ہے ورنہ امام مسلم اور حبھور کے نزدیک براہ راست سماں کا ثبوت صرحي الفاظ میں ضروری نہیں ہے بلکہ ہم عصر ہونا صحی کافی ہے اور حسن بصری اور ابو بکرہ رضی کا ہم عصر ہونا ثابت ہے اس لیے کہ ابن حجر نے لکھا ہے۔

ابو بکرہ رضی بن حارث ثقہ کا انتقال بصرہ میں ۵۲ھ میں ہوا تھا۔

اور علامہ ابوالنصر الکلابازی<sup>ؒ</sup> متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

”حسن بصری کی ولادت ۲۱ھ میں ہوئی تھی۔ ۳۰ھ میں (جنگ صفين کے سال) یہ مدینہ منورہ سے بصرہ منتقل ہو گئے تھے (۱۶ سال کی عمر میں) اور ۱۱۰ھ میں ان کا انتقال بصرہ میں میں ہوا تھا۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو بکرہ رضی کی وفات کے وقت حسن بصری کی عمر ۳۳ سال تھی اور اس وقت اس کے بصرہ میں قیام کے ۵ سال ہو گئے تھے لہذا دونوں کا ہم عصر ہونا واضح طور پر ثابت ہے۔ ہر حال حسن بصری کا ابو بکرہ رضی سے صرحي الفاظ میں سماں صحی بخاری کی تین سندوں میں ثابت ہے اور دونوں کا ہم عصر ہونا صحی واضح طور پر ثابت ہے۔ باقی تھی یہ بات کہ حسن بصری نے ابو بکرہ رضی کی حدیثیں اخفف سے سنتی ہیں تو ابن حجر فرماتے ہیں:

”وہ دوسری روایت ہے جسے اُس نے اخفف کے واسطے سے نقل

کیا ہے اور اس روایت کو اس نے براہ راست ابو بکرہ رضی سے مٹا ہے۔“

له الاصابہ لابن حجر جلد ۳ ص ۱۸۵ و مأسد العجائب جلد ۵ ص ۳۸ -

له رجال البخاری از کلابازی<sup>ؒ</sup> طبع بیروت ۱۹۸۴ء جلد ۱ ص ۱۲۶ -

تمہاری المساری ص ۳۸۶ و ص ۳۹۰ -

حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے

درج بالاً صولیٰ تحقیق کے بعد اگرچہ اسنادی بحث کی ضرورت نہیں رہی لیکن چونکہ کچھ لوگوں نے یہ بحث چھپیر دی ہے اُس لیے اتمام حجت کے لیے اسنادی بحث بھی پیش کی جا رہی ہے۔

امام بنجباری<sup>۲۵۶</sup> صنے یہ حدیث جس سند کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں بنجباری<sup>۲۵۷</sup> اور رسول اللہ کے درمیان صرف چار واسطے ہیں:

عثمان بن عفیش<sup>۲۵۸</sup> — عوف بن ابی جمیلہ<sup>۲۵۹</sup> — حسن بصری<sup>۲۶۰</sup> — ابو بکر<sup>۲۶۱</sup>

حدیثیں نے راویوں کی روشنی کے لیے کچھ مخصوص الفاظ لطور اصطلاح وضع کئے ہیں۔ حافظ ذہبی مشرقی<sup>۲۶۲</sup>، صنے ان الفاظ کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے:

۱۔ روشنی کے سب سے اعلیٰ الفاظ یہ ہیں :- ثبت<sup>۲۶۳</sup> حجۃ<sup>۲۶۴</sup> - ثبت<sup>۲۶۵</sup> حافظ - ثقة<sup>۲۶۶</sup> متفق<sup>۲۶۷</sup> - ثقة ثقة<sup>۲۶۸</sup> - دو مرتبہ۔

۲۔ اس کے بعد کے درجے کے الفاظ یہ ہیں :- ثقة ثقة صدوق<sup>۲۶۹</sup> - لا باس<sup>۲۷۰</sup> یہ - لیس بہ باس۔

۳۔ تیسرا درجے کے الفاظ یہ ہیں :- صالح الحدیث - جیید الحدیث حسن الحدیث - محله الصدق - صدق<sup>۲۷۱</sup> ان شاء الله - شایخ وسطه صویل<sup>۲۷۲</sup>۔ اور اس طرح کے دوسرے الفاظ یہ

ان اصطلاحی الفاظ کی روشنی میں اس حدیث کے راویوں کا مقام و مرتبہ معلوم کرنے کے لیے درج ذیل اقوال پر غور فرمائیے۔

لِهِ الْمَخَازِي بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ وَقِيسِرِ وَكِتابِ الْفَقْنِ بَابُ الْمُفْتَنَةِ الَّتِي تَمَوَّجُ

كمونج البحر۔

لِهِ مِيزَانُ الْاعْدَالِ جَلْدًا صِّفْرًا -

۱۔ ابو بکرؓ نفع بن حارث ثقہ بصری تو صحابی ہیں اور صحابہ سب کے سب بالاتفاق ثقہ ہیں اور ان کا صحابی ہونا ہمی ثقہ اور عادل ہوتے کا بڑا ثبوت ہے کسی اور ثبوت کی تذویرت نہیں ہے۔

۲۔ ابو بکرؓ سے اس حدیث کو حسن بن ابی الحسن ریسیار، بصری نے نقل کیا ہے، جو اپنے دور کے تابعین کے امام تھے۔ اس نے ۴۰ صاحبؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا، اس کا ثقہ ہونا محدثین میںاتفاقی ہے کسی نے اس پر بحث نہیں کی۔

”ابن سعدؓ نے اسے ثقہ صحیح اور ذہبیؓ نے اسے کبیر المشاہ عدیم النظر کہا ہے“<sup>۱</sup>

یعنی یہ ثقہ تھے، اس کی حدیث صحیح ہے اور یہ بڑی شان و اسے تھے اور بے نظیر تھے۔

۳۔ امام بخاری نے اس حدیث کو عثمان بن عیشم سے سننا ہے جو اس سند کے پہلے روایی ہیں۔ یہ بصرہ کے مخوزن تھے۔ اور بصرہ ہی میں ۲۰۰ صہیں ان کا انتقال ہوا تھا۔ اس کے ثقہ ہونے کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ یہ امام بخاری کے استاد تھے۔ اس لیے کہ امام بخاری انہی روایوں سے روایت نقل کرتے تھے، جو یادداشت اور دیانت و عدالت میں ممتاز ہوتے تھے۔ کلابازی کہتے ہیں:

”امام بخاری نے ان سے حج، لکھ، معازی، فتن،لباس اور ایمان و

نذر کے ابواب میں احادیث نقل کی ہیں و جن کی تعداد ۴۱ ہے“<sup>۲</sup>

امام ذہبی نے اس کو المحدث الامام البصري کہا ہے۔ یعنی ”بصرہ کے محدث اور امام تھے“<sup>۳</sup>

امام ابن حبانؓ نے اسے ثقہ روایوں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ امام ابو حاتمؓ

<sup>۱</sup> تذکرة المحفوظ للذہبی جلد اص ۷۲

<sup>۲</sup> رجال صحیح البخاری جلد ۲ ص ۵۲۳

<sup>۳</sup> تذکرة المحفوظ جلد اص ۳۸۵

اور امام دارقطنی<sup>ؒ</sup> نے اسے صدوق یعنی سچا راوی کہا ہے۔<sup>۱</sup>

### عوف بن ابی جمیلہ الاعرابی بھی ثقہ راوی تھے

بے نظیر کی نسوانی حکومت کے کچھ وکیل این ابی جمیلہ کو ضعیف اور شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور حدیث کو ناقابل استدلال قرار دینے کے لیے ان وکیلوں کی جدوجہ کے تبراسی راوی پر گرتے ہیں۔ لیکن درج ذیل حقائق کی بنابر ان کی یہ تبراندازی کارگر ثابت نہیں ہوسکتی۔

ابن ججر عسقلانی ۵۷۰ھ مکتھتے ہیں:

"عوف بن ابی جمیلہ العبدی الہجری ابو سہلٰ بصری اعرابی کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے والد ابو جمیلہ کا نام بندویہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بندویہ اس کی والدہ کا نام تھا۔ اور والد کا نام رئۃ نیہ تھا... شعبۃ، سفیان ثوری<sup>ؓ</sup>، عبد اللہ بن مبارک<sup>ؓ</sup>، یحییٰ بن سعید قطان<sup>ؓ</sup> اور عثمان بن میشم جیسے محدثین ان کے شاگرد تھے" ۵۹ ص ہیں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۴۳۴ھ اصیا، ۳۴۳ھ میں وفات پائی گئی تھی۔

عوف کے ثقہ اور قابل قبول راوی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ یعنی بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سب نے اپنی کتابوں میں ان سے روایات نقل کی ہیں اور انہیں قابل قبول راوی قرار دیا ہے۔ ذہبی<sup>ؒ</sup> نے میزان میں اور ابن حجر<sup>ؒ</sup> نے تہذیب میں اس کے نام پر درع (کائناتی لٹکایا ہے) جو جمیع کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ سب صحاح ستہ کا راوی ہے۔ قابل غور بات تو یہ ہے کہ حدیث کے چھ بڑے ائمہ نے جس راوی کو قابل قبول قرار دیا ہوا در اس سے روایات نقل کی ہوں۔ کیا اس کے

لہ میزان الاعدال جلد ۳ ص ۵۹ و تہذیب المتهذب از ابن حجر<sup>ؒ</sup> جلد ۸ ص ۱۵۸  
تمہ تہذیب جلد ۸ ص ۱۶۶ -

بارے میں مزید تحقیق کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

لیکن پھر ہبھی ائمہ جرجس و تعریل کے توثیقی الفاظ لقل کرنا افادت سے خالی نہیں ہے۔

۱۔ ابن سعد<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> متنوفی ۲۳۰ صفحہ فرماتے ہیں:- کان ثقة<sup>کشیر الحدیث لہ</sup> "ثقة  
تحقیق اور بہت سی حدیثیں بیان کرنے والے تھے۔"

۲۔ امام احمد بن حنبل<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> متنوفی ۲۴۷ صفحہ فرماتے ہیں:- کان ثقة<sup>صلح الحدیث</sup>  
"ثقة تھے اور حدیث لقل کرنے کے قابل تھے۔"

۳۔ امام سیجی بن معین متنوفی ۳۳۳ فرماتے ہیں:- کان ثقة<sup>ثقة</sup> "ثقة تھے۔"

۴۔ امام نسائی متنوفی ۳۳۰ فرماتے ہیں:- کان ثقة ثبتاً۔ "ثقة تھے اور  
مضبوط راوی تھے۔"

۵۔ امام ابن حبان متنوفی ۳۵۳ صفحہ فرماتے ہیں:- کان ثقة "ثقة تھے۔"

۶۔ امام البخاری رازی فرماتے ہیں:- صدقون صالح یہ سچے اور قابل قبل  
راوی تھے۔<sup>لہ</sup>

توثیق کے ان الفاظ پر غور کیجیے۔ اصطلاحی الفاظ میں سے ثبت ثبت۔ ثقة کشیر  
الحدیث۔ ثقه صالح الحدیث۔ ثقة اور صدقون صالح صاحب الحدیث کے وہ  
الفاظ حضرت عوف کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے ثقة راوی کے باسے  
میں استعمال ہوتے ہیں۔

امام ذہبی متنوفی ۸ صفحہ فرماتے ہیں:- وقد وثقة جماعة۔ "ایک جماعت نے  
اس کو ثقة قرار دیا ہے بلے

امام مسلم<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> متنوفی ۲۶۱ صفحہ فرماتے ہیں:-

"حسن بصری کے شاگردوں میں سے ابن عون اور ابویوب عوف بن ابی جہلیہ  
(باقی و تکمیل صفحہ ۲۴)

لہ طبعات ابن سعد جلد، ص ۲۵۰ طبع بیروت ۱۹۵۸ء

لہ تہذیب جلد ۱۰ ع ۱۶۶ سکہ میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳۰۵

۴۰

(بُشِّيَّة عورت کی صریح اسی کے متعلق حدیث کی اسناد تحقیقی)

اور اشعت حمرانی کے مقابلے میں بلند ترین درجے پر فائز تھے۔

وان کان عوف واشعت غیر مَدْفُوعَيْتُ عن صدقٍ و امانتٍ

”اگرچہ عوف بن ابی جمیلہ اور اشعت حمرانی کی صداقت و امانت سے بھی

النکار نہیں کیا جاسکتا۔“ (مقدمہ صحیح مسلم طبع تاہرہ - جلد اص ۵۲)

ثقہ راویوں میں فرقہ صراتب توہینہ تاہے۔ امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ عوف اور اشعت

اگرچہ سچے تھے اور امانت و دیانت کے حامل تھے۔ مگر ابن عون اور ایوب کا درجہ ان سے

بلند ترین نہیں۔ یہ توثیق کے الفاظ ہی اسی یہے توصیح مسلم میں عوف بن ابی جمیلہ کی روایات

(باتی) نقل ہوتی ہیں۔